احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

روزنامہ الفضل ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۴۴-۷۹ نمبر ۱۵۲ | منگل ۔ ۱۴۱۵ھ ۱۲ وفا ۱۳۷۳ ہش ۱۲ جولائی ۱۹۹۴ء

انسانی ترقی کا بڑا ذریعہ اس کے ذاتی اخلاق ہیں

انسانی ترقی کا بڑا ذریعہ انسان کے ذاتی اخلاق ہوتے ہیں جس سے وہ واحد شخص خود اپنے نفس میں سکھ پاتا ہے۔ اور امن اور آرام کی زندگی بسر کرتا ہے۔ مثلاً اگر وہ کسی کی نعمت دیکھ کر حسد نہیں کرتا تو اس سوزش اور جلن سے محفوظ رہتا ہے۔ جو کہ حاسد کے دل کو ہوتی ہے۔ اگر کوئی دوسرے کو دیتا ہے تو یہ طمع نہیں کرتا تو اس عذاب سے بچا رہتا ہے جو کہ طمع کرنے سے ہوتا ہے ایسے ہی جو لوگ اخلاق فاضلہ حاصل کرتے ہیں وہ جزع فزع شہوت اور غضب کے تمام دکھوں اور آفتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

(حضرت امام جماعت احمدیہ الاول)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

وہ امور جن پر سچی معرفت کی بنا ہے' یہ ہیں کہ وہ خدا کی راہ میں اگر بار بار آزمایا جائے اور مصائب اور مشکلات کے دریا میں ڈالا جائے۔ تب بھی ہرگز نہ گھبرائے۔ اور قدم آگے ہی بڑھائے۔ اس کے بعد اس کی معرفت کا انکشاف ہوتا ہے اور یہی سچی نعمت حقیقی راحت ہوتی ہے۔ اس وقت دل میں رِقّت پیدا ہوتی ہے' مگر یہ رِقّت عارضی نہیں ہوتی' بلکہ سرور اور لذت سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ روح پانی کے ایک مصفّٰی چشمہ کی طرح خدا کی طرف بہتی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ سمندر کے پہلے ایک سراب آتا ہے' وہ بھی سمندر ہی نظر آتا ہے۔ جو سراب کو دھوکا سمجھ کر آگے چلنے سے رہ جاتا ہے اور مایوس ہو کر بیٹھ جاتا ہے وہ ناکام اور نامراد رہتا ہے' لیکن جو ہمت نہیں ہارتا اور قدم آگے بڑھاتا ہے' وہ منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔

(ملفوظات جلد اول ص ۴۶۷)

اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے

(حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع)

وہ عبادت جو خالصتہً اللہ کے لئے ہو اور شرک سے کلیتہً پاک اور صاف ہو۔ وہ انسانی تعلقات منقطع کرنے پر آمادہ نہیں کرتی۔ بلکہ اللہ کے حوالے سے ان تعلقات کو قائم کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ پس وہ عبادت گزار جو دنیا سے تعلقات کاٹ کر ایک طرف ہو جائیں وہ حقیقت میں واحد خدا کی عبادت کرنے والے نہیں بلکہ کسی اور ذات کی عبادت کرتے ہوں گے۔ اللہ کی عبادت کرنے والا جو شرک سے پاک ہو اس کی یہ صفات ہیں اور ان صفات سے اس کی عبادت کا خلوص پہچانا جائے گا کیونکہ جو عبادت انسان خدا کے حضور کرتا ہے اس پر دنیا تو گواہ نہیں ہے۔ اس کے دل کی کیفیت ہے وہ خالصتاً اللہ کے لئے ہے کہ نہیں شرک سے پاک ہے کہ نہیں۔ یہ سارے وہ معاملات ہیں جن کا رخ خدا کی طرف ہے اور اللہ دیکھ رہا ہے اور بندے کو کچھ پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کی کچھ علامات ایسی ہیں جو بندے بھی دیکھ سکتے ہیں اور ان علامتوں کو دیکھ کر ان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ خالص عبادت کرنے والا غیر مشرک ہے جس نے اپنے وجود کو تمام تر اللہ کے لئے کر دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی صفات بیان ہو رہی ہیں۔

سب سے پہلے فرمایا۔ (-) کہ والدین سے احسان کا سلوک کرو والدین ایک قسم کے ربّ بن جاتے ہیں کیونکہ والدین کے ذریعے انسان دنیا میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے بعد سب سے پہلے والدین ہی کا ذکر ضروری تھا۔ اور یہی کیا گیا ہے لیکن والدین کو ایسے مرتبہ پر رکھ گیا ہے جہاں فرمایا ان کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔

خدا تعالیٰ کا جہاں تک معاملہ ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ احسان کا سلوک ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کے احسان ہم پر حاوی ہیں اور اس میں ایک بہت لطیف مضمون بیان فرمایا گیا ہے کہ اگرچہ ماں باپ تمہیں پیدا کرتے ہیں مگر احسان اللہ کا ہے۔ جب تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو تو ایسا کرو کہ تمہاری طرف سے وہ احسان ان کی طرف رواں ہونے والا ہو۔ ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ دعا کرو ان کے لئے کہ اے خدا ان سے یہ سلوک فرما (-) جس طرح انہوں نے بچپن میں میری تربیت فرمائی اور پرورش کی۔

(از خطبہ ۱۳ مئی ۱۹۹۴ء)

مخیر احباب سے گزارش

○ فضل عمر ہسپتال ربوہ سے غریب اور نادار مریض اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ طبی سہولتوں سے بکثرت استفادہ کر رہے ہیں۔ ان مریضوں کو مفت ادویات کے علاوہ لیبارٹری ایکسرے اور ای سی جی کی سہولیات کے ساتھ اپریشنز کی سہولت بھی مہیا کی جاتی ہے۔ ان پر اٹھنے والے کثیر اخراجات کو صدر انجمن احمدیہ کے علاوہ احباب جماعت کے عطیات سے پورا کیا جاتا ہے۔

مخیر احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس کار خیر میں مزید حصہ لے کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں۔

ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ

ولادت

○ مکرم منور احمد قمر مربی سلسلہ عالیہ ابن مکرم محمد حیات صاحب کھرل کو مورخہ ۹۴-۶-۲۶ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی سے نوازا ہے۔ بچی کا نام "امتہ القدوس" تجویز کیا گیا ہے۔ نومولودہ مکرم چوہدری محمد انور بزرگ ربوہ کی نواسی ہے۔
اللہ تعالیٰ بچی کو نیک و صالحہ و خادمہ دین بنائے۔

درخواست دعا

○ مکرم شاہد احمد صاحب ابن مکرم شریف احمد صاحب ماڈل ٹاؤن۔ لاہور شدید بیمار ہیں اور ایمرجنسی وارڈ میں داخل ہیں۔

○ مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب سابق بستی جھول ضلع رحیم یار خان بعارضہ برین ہیمرج فضل عمر ہسپتال میں داخل ہیں۔
اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جلد شفاء عطا فرمائے۔

سانحہ ارتحال

○ مکرم چوہدری غلام علی صاحب کھاریاں بعمر ۷۰ سال بقضائے الٰہی مورخہ ۹۴-۶-۲۶ کو وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

روزنامہ الفضل ربوہ	پبلشر: آغا سیف اللہ ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ مقام اشاعت: دار النصر غربی ۔ ربوہ	قیمت دو روپیہ

۱۲۔ وفا ۱۳۷۳ ہش ۔ ۱۲۔ جولائی ۱۹۹۴ء

جسمانی اور روحانی صحت

بیمار ہوں تو صحت کی دعا مانگتے ہیں۔ بیمار نہ ہوں تو تندرست و توانا ہونے کی دعا مانگتے ہیں۔ بیماری کے سلسلہ میں تو دعا واضح ہوتی ہے۔ صحت مند ہونے کی صورت میں دعا کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بعض اوقات بیمار تو نہیں ہوتا لیکن کمزور ہوتا ہے۔ طاقت کا فقدان محسوس کرتا ہے۔ چیک اپ کروایا جائے تو کوئی بیماری نہیں۔ ویسے دیکھو تو بیمار سا لگتا ہے۔ ایسے شخص کو تندرست و توانا ہونے کی دعا کی ضرورت ہے۔ یعنی ٹھیک ٹھاک بھی ہو اور اس میں طاقت کا احساس بھی ہو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محض بیمار نہ ہونا کافی نہیں۔ انسانی صحت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ چاک و چوبند ہو۔ طاقت کا احساس ہو۔ کام کرنے کو جی چاہے۔ اور کام کرے بھی۔ اگر بیمار بھی نہیں ہے اور کام بھی نہیں کرنا چاہتا۔ طبیعت میں کسل ہے۔ تو اسے طاقت کا فقدان کہیں گے۔ اسی لئے توجہ اس طرف دلائی جاتی ہے کہ ورزش کی جائے اور اپنے آپ کو چاک و چوبند رکھا جائے۔ انسان مصروف رہے۔ اور بلاوجہ تھکان محسوس نہ کرے۔ بہت زیادہ کام ہو تو تھکے گا ہی۔ لیکن یہ نہیں کہ ذرا سا کام کیا اور تھک گیا۔ صحت کو برقرار رکھنے اور اسے بہتر سے بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

یہ بات صرف جسمانی طور پر ہی ضروری نہیں روحانی طور پر بھی ضروری ہے۔ روحانی بیماری کا نہ ہونا کافی نہیں روحانی صحت اچھی ہونی چاہئے روحانی طاقت کا احساس ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ بدی سے بچنا ہی کافی نہیں بدی کو آپ بیماری سمجھ لیں۔ تو گویا کہ یہ کافی نہیں کہ روحانی طور پر انسان بیمار نہ ہو یعنی بدی میں ملوث نہ ہو روحانی صحت کے لئے ضروری ہے کہ نیکی کرے۔ اور نیکیاں کرتا رہے۔ نیکیوں سے روحانی قوت آئے گی اور روحانی دنیا میں وہ چاک و چوبند ہو جائے گا۔ نیکیاں کرتے کرتے تھکے گا نہیں بلکہ ایک نیکی کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری نیکی کرنے کو جی چاہے گا۔

اس سلسلہ میں ترکِ شر اور افاضۂ خیر کا بھی ذکر کیا جا سکتا ہے۔ ترکِ شر تو ہے بیماری کے فقدان کا نام۔ افاضۂ خیر سے مراد ہے صحت کا ٹھیک ٹھاک ہونا۔ اور روحانی ضروریات کے مطابق کام کرنا۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں "ترکِ شر سے انسان کامل نہیں بن سکتا جب تک اس کے ساتھ افاضۂ خیر نہ ہو۔ یعنی دوسروں کو نفع بھی پہنچائے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس قدر تبدیلی کی ہے اور یہ مدارج تب حاصل ہوتے ہیں جب خدا تعالیٰ کی صفات پر ایمان ہو اور ان کا علم ہو۔"

پس جسمانی طور پر صرف بیماری کا فقدان کافی نہیں اور روحانی طور بھی ایسا ہی ہے۔ صحت کو بہتر بناتے رہنے کی ضرورت ہے اور روحانیت میں افاضۂ خیر سے ترقی کی ضرورت ہے۔

لوگوں نے مجھ کو سادہ مرادہ دیکھا بہت بہکایا ہے
مجھکو بھی تو موقع دو کچھ لوگوں کو بہکانے کا
میں نے اپنے گھر میں بیٹھ کے خاموشی اپنائی ہے
کوئی مجھکو راز بتائے گھر میں پتھر آنے کا

ابو الاقبال

جن کانٹوں کو راہگذر نے خود پروان چڑھایا ہے
ان کانٹوں سے مَیں نے اپنے تلووں کو سہلایا ہے

تُو چاہے فریاد سمجھ کر میری باتیں پوری کر
مَیں نے تو یہ رام کہانی کہہ کر دل بہلایا ہے

پتھر اُٹھتے دیکھ کے میں جو چُور ہُوا ہوں زخموں سے
جس ماحول میں رہتا ہوں اس کا احسان چکایا ہے

کس کی باتوں نے رس گھولا کس نے رنگ آمیزی کی
کس نے میرا دُرد بٹایا کون مرا کہلایا ہے

میں جس کے دَر پر جُھک جاؤں جُھکا ہی رہتا ہوں یارو
یہ بھی اک اندازِ وفا ہے اور میرا سرمایہ ہے

شائد کہ ہَوا کے جھونکے ہی پیغام بنیں طوفانوں کا
تاریخ تو کُھل کر کہتی ہے ایسا بھی ہوتا آیا ہے

پوچھے گا قہقہہِ شہر سے کیا خود سوچ کے اپنی راہ بنا
منزل پہ نسیم ان اہلِ فراست نے کس کو پہنچایا ہے

کمندِ شوق

تقویٰ پر مبنی مالی قربانی مقبول ہوتی ہے

(حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع)

جب ہم دنیا میں مالی قربانی پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک جہت سے ہم اسے دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں اول وہ مالی قربانی جو خالصتہً للہ کی جاتی ہے۔ جو تقویٰ پر مبنی ہوتی ہے۔ اس کے متعلق الٰہی قانون یہ ہے کہ وہ تھوڑی بھی ہو تو خدا کی نظر میں "بے شمار" کے طور پر مقبول ہو لی اور ایک مالی قربانی وہ ہے جو دنیا کے دکھاوے کے لئے یا دیگر اغراض کی خاطر کی جاتی ہے وہ اگر سونے کے پہاڑوں کے برابر بھی ہو تو وہ نامقبول ہو گی۔ فرماتا ہے کہ اگر تم نے سونے کے پہاڑوں کے برابر اس کی راہ میں خرچ کیا لیکن تقویٰ کی کمزوری کی وجہ سے یا کسی اندرونی گناہ کی وجہ سے خدا تعالیٰ کو وہ دنیا میں نامقبول ہوا تو آخرت میں بھی تمہارے حصہ میں کچھ نہیں لکھا جائے گا۔ اس وقت تمہارا یہ اصرار کہ میں نے تو خدا کی راہ میں اتنا سونا خرچ کیا تھا۔ اتنے خزانے لٹائے تھے۔ اس اعتراض کی۔ اس وہم کی کوئی بھی حقیقت نہ ہوگی اس وقت خدا کے سامنے اپنی مالی قربانیاں پیش کرنا کہ فلاں گناہ کے بدلہ میں قربانیاں قبول فرما اور مجھے بخش دے یہ خیال یہ وہم رد کر دیا جائے گا۔

(از خطبہ ۲۸۔ مارچ ۱۹۸۲ء)

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی

ذکرِ الٰہی کی تڑپ

پچھلی مثال سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یاد الٰہی کے وقت آپؐ کو کس قدر جوش اور کس قدر محبت سے مجبور ہو کر آپؐ کے کلام میں خاص شان پیدا ہو جاتی تھی۔ اب میں ایک اور واقعہ بتاتا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی یاد کا نہایت ہی شوق تھا اور آپؐ عبادات کے بجالانے میں کما حقہ مشغول رہتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بوجہ سخت ضعف کے نماز پڑھانے پر قادر نہ تھے۔ اس لئے آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپؐ نے کچھ آرام محسوس کیا اور نماز کے لئے نکلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب نماز شروع ہو گئی تو آپؐ نے مرض میں کچھ خفت محسوس کی۔ پس آپؐ نکلے کہ دو آدمی آپؐ کو سہارا دے کر لے جا رہے تھے۔ اور اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ نظارہ ہے کہ شدت درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین سے چھوتے جاتے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ آئیں۔ اس ارادہ کو معلوم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپؐ کو وہاں لایا گیا۔ اور آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی شروع کی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابوبکرؓ کی نماز کی اتباع کرنے لگے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کیسی ہی خطرناک بیماری ہو خدا تعالیٰ کی یاد کو نہ بھلاتے۔ عام طور پر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ذرہ تکلیف ہوئی اور سب عبادتیں بھول گئیں اور نماز باجماعت اور دوسرے شرائط کی ادائیگی میں تو اکثر کوتاہی ہو جاتی ہے۔ لیکن آپؐ کا یہ حال تھا کہ معمولی بیماری تو الگ رہی اس مرض میں کہ جس میں آپؐ فوت ہو گئے۔ اور جس کی شدت کا یہ حال تھا کہ آپؐ کو بار بار غش آجاتے تھے۔ اٹھنے سے قاصر تھے لیکن جب نماز شروع ہو گئی تو آپؐ برداشت نہ کر سکے۔ کہ خاموش بیٹھ رہیں۔ اس وقت دو آدمیوں کے کاندھے پر سہارا لے کر باوجود اس کمزوری کے کہ قدم لڑکھڑاتے جاتے تھے نماز باجماعت کے لئے مسجد میں تشریف لے آئے۔ بے شک ظاہراً یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے لیکن ذرا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کو دیکھو جس میں آپؐ مبتلا تھے۔ پھر ذکر الٰہی کے شوق کو دیکھو کہ جس کے ماتحت آپؐ نماز کے لئے دو آدمیوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لائے تو معلوم ہو گا کہ یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ آپؐ کے دل میں ذکرِ الٰہی کا جوش تھا۔ اس کے اظہار کا ایک آئینہ تھا۔ ہر ایک صاحب بصیرت سمجھ سکتا تھا کہ ذکرِ الٰہی آپؐ کی غذا تھی۔ اور اس کے بغیر آپؐ اپنی زندگی میں کوئی لطف نہ پاتے تھے۔ اس کی طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا ہے کہ جن چیزوں سے مجھے محبت ہے ان میں سے ایک (ـ ـ ـ ـ) ہے۔ یعنی نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ شریعت کے لحاظ سے آپؐ کا باجماعت نماز پڑھنا یا مسجد میں آنا کوئی ضروری امر نہ تھا۔ کیونکہ بیماری میں شریعت اسلام کسی کو ان شرائط کے پورا کرنے پر مجبور نہیں کرتی لیکن یہ عشق کی شریعت تھی۔ یہ محبت کے احکام تھے۔ بے شک شریعت آپؐ کو اجازت دیتی تھی کہ آپؐ گھر میں ہی نماز ادا فرماتے لیکن آپؐ کو ذکر الٰہی سے جو محبت تھی وہ مجبور کرتی تھی کہ خواہ کچھ بھی ہو آپؐ ہر ایک تکلیف برداشت کر کے تمام شرائط کے ساتھ ذکرِ الٰہی کریں۔ اور اپنے پیارے کی یاد کریں جب اس تکلیف کی حالت میں آپؐ کو ذکر الٰہی سے یہ وابستگی تھی تو صحت کی حالت میں قیاس کیا جا سکتا ہے۔

میں پیچھے لکھ چکا ہوں کہ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق تھا کہ خدا تعالیٰ کا ذکر آتے ہی آپؐ کے اندر ایک جوش پیدا ہو جاتا اور یہ کہ آپؐ کو خدا تعالیٰ سے ایسی محبت تھی کہ تندرستی اور بیماری میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہی آپؐ کی غذا تھا۔ اب میں یہاں ایک اور واقعہ درج کرتا ہوں جس سے معلوم ہو گا کہ آپؐ جہاں تک ہو سکتا لوگوں میں خدا تعالیٰ کے ذکر کی عادت پیدا کرتے۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

رسول کریم ﷺ بنی عمر بن عوف میں گئے تاکہ ان میں صلح کروائیں۔ اور نماز کا وقت آ گیا تب مؤذن حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے پس میں اقامت کہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ حضرت ابوبکرؓ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اتنے میں رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ صف چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے جب آپؐ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو لوگ تالیاں پیٹنے لگے۔ (تا حضرت ابوبکرؓ کو معلوم ہو جائے۔) لیکن حضرت ابوبکرؓ نماز میں دوسری طرف کچھ توجہ نہ فرماتے۔ جب تالیاں پیٹنا طول پکڑ گیا تو آپ متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ رسول کریم ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے آپ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو اس پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اس عزت افزائی پر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور حمد کی۔ پھر آپ پیچھے ہٹ گئے اور صف میں مل گئے اور رسول کریم ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ اے ابوبکرؓ جب میں نے حکم دیا تھا تو پھر آپ کو کونسی چیز مانع ہوئی کہ نماز پڑھاتے رہتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکرؓ) کی کیا حیثیت تھی کہ رسول کریم ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا۔ پھر آپؐ نے (لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر) فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ تم لوگوں نے اس قدر تالیاں پیٹیں۔ جسے نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے۔ اسے چاہئے کہ سبحان اللہ کہے۔ کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو خود ہی اس کی طرف توجہ ہو گی۔ اور تالیاں پیٹنا تو عورتوں کا کام ہے۔

اس حدیث سے اگرچہ اور بہت سے سبق ملتے ہیں۔ لیکن اس جگہ مجھے صرف ایک امر کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ اور وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کی تمام عمر یہی کوشش رہی کہ جس جس طرح سے ہو سکے لوگوں کی زبان پر خدا کا نام جاری کیا جائے۔ خود تو جس طرح آپؐ ذکر میں مشغول رہتے اس کا حال میں بیان کر چکا ہوں۔ مگر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ہر ایک کی زبان پر یہی لفظ دیکھنا چاہتے تھے۔

آپؐ کی آمد کی اطلاع دینے کے لئے اگر صحابہؓ نے تالیاں بجائیں تو یہ ان کا ایک رواج تھا۔ اور ہر ایک ملک میں اطلاع عام کیلئے یا متوجہ کرنے کیلئے لوگ تالیاں بجاتے ہیں۔ آج کل بھی جلسوں میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب کسی لیکچرار کی کوئی بات پسند آئے۔ تو اس پر تالیاں پیٹتے ہیں تاکہ لوگوں کو توجہ پیدا ہو کہ یہ حصہ لیکچر خاص توجہ کے قابل ہے پس تالیاں بجانا اس کام کے لئے رائج ہے۔ لیکن رسول کریم ﷺ کی یادِ الٰہی سے محبت دیکھو کہ آپؐ نے دیکھا کہ بعض دفعہ ضرورت تو ہوتی ہے کہ لوگوں کو کسی کام کی طرف متوجہ کیا جائے۔ پھر کیوں نہ اس ضرورت کے موقع پر بجائے اس بے معنی حرکت کے لوگوں کو اس طرف لگا دیا جائے کہ وہ اپنے خیالات اور جوشوں کے اظہار کے لئے بجائے تالیاں بجانے کے سبحان اللہ کہہ دیا کریں۔ کم سے کم ایسے موقعہ پر ہی خدا کا ذکر ان کی زبان پر جاری ہو گا۔

یہ وہ حکمت و فلسفہ ہے جسے دنیا کے کسی رہنما اور ہادی نے نہیں سمجھا اور کوئی مذہب نہیں جو اس حکم کی نظیر پیش کر سکے کہ اس نے بھی بجائے لغویات کے لوگوں کو ایسی تعلیم کی طرف متوجہ کیا ہو جو کہ ان کے لئے مفید ہو سکے۔ تالیاں بجانا بے شک جذبات انسانی کا ترجمان تو ہو سکتا ہے لیکن وہ ایسا ہی ترجمان ہے کہ جیسے ایک گونگے کے خیالات کا ترجمہ اس کے خیالات ہو جاتے ہیں کیونکہ تالیاں بجانے سے صرف اسی قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں کوئی جوش ہے۔ اور یہ اس کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہے یا یہ کہ کسی کو غلطی پر دیکھ کر اسے اس کی غلطی پر متنبہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا لیکن رسول کریم ﷺ صرف اسی پر اکتفا نہ کر سکتے تھے۔ آپؐ ایک طرف تو کل لغویات کو مٹانا چاہتے تھے۔ دوسری طرف آپؐ کے دل میں یہ جوش موجزن رہتا کہ خدا تعالیٰ کے نام کی کثرت ہو اور ہر ایک مجلس اور مقام میں اسی کا [illegible] جائے۔ اس لئے آپؐ نے بجائے ان بے [illegible] اشارات کے جن سے گو اشارتاً حصول مطلب ہو جاتا تھا۔ ایسے الفاظ مقرر کئے کہ جن سے نہ صرف حصول مطلب ہوتا ہے بلکہ انسان کی روحانیت میں ازدیاد کا باعث ہیں اور عین موقعہ کے مناسب ہیں اور پھر خدا تعالیٰ کا ذکر بھی ہو جاتا ہے۔

قبولیت دعا کیلئے بے صبری نہیں کرنی چاہئے

دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلاء پر ابتلاء آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلا بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جائے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہے۔ پس کبھی گھبرانا نہیں چاہئے اور بے صبری اور بے قراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہئے یہ کبھی بھی خیال نہیں کرنا چاہئے کہ میری دعا قبول نہ ہو گی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

صاحبزادہ مرزا مجید احمد - ایم اے

خود احتسابی اور ترقی

اکثر سوچتا ہوں کہ یہ کیا المیہ ہے کہ وہ لوگ جن کو ان کے دین نے اخلاقیات کے بارہ میں اتنی تفصیل سے تعلیم دی کہ کوئی دوسرا دین اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہی اس سے تہی دامن ہیں آخر ایسا کیوں ہے؟

ذرا غور کریں آپ صبح اٹھتے ہیں تو یہ مذہب تعلیم دیتا ہے کہ آپ اپنے اعضاء کو دھوئیں جو نصف غسل کے مترادف ہے ساتھ مسواک کرنے کا ارشاد ہے یعنی دانت صاف کرنے کی تاکید ہے۔ صاف کرنے کے لئے کوئی بھی طریق اپنا لیں۔ مسواک کریں یا جیسے موجودہ دور میں ٹوتھ برش اور ٹوتھ پیسٹ استعمال کی جاتی ہے اس سے دانت صاف کر لیں۔ مگر آپ بتائیں کہ کتنے فی صد لوگ ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں۔؟ جب آپ گھر سے باہر نکلتے ہیں تو ارشاد ہے کہ باہر جانے کے لئے علیحدہ کپڑے رکھو اور گھر کے اندر استعمال کے لئے علیحدہ۔ انہیں پاک صاف رکھنے کی تاکید ہے۔ آپ بتائیں کہ کتنے فی صد لوگ ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں؟ بازار جاتے ہیں تو ارشاد ہے کہ بغیر مقصد بازاروں میں مت گھومو۔ راستوں پر مت کھڑے ہو۔ ایک دوسرے سے ملو تو سلام کہو۔ راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو تو اسے ہاتھ سے دور کرنے پر ثواب رکھ دیا ہے۔ اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ راستوں پر چیزیں مت پھینکو۔ جب تکلیف دہ چیزیں اٹھانے کا ارشاد ہے تو یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ چیزیں پھینکتے رہیں اور دوسرے لوگ اٹھاتے پھریں۔ راستوں کے بھی حق ہوتے ہیں۔ تکلیف دہ چیزوں سے یہ مطلب نہیں لینا چاہئے کہ ان سے صرف اینٹ۔ پتھر اور کانٹے ہی مراد ہیں بلکہ ہر چیز جو آپ سر عام پھینک دیتے ہیں مثلاً سگریٹ۔ سگریٹ کی ڈبیہ۔ پھلوں کے چھلکے کاغذ غرض ہر چیز جو گندگی پھیلاتی ہے وہ تکلیف کا ہی موجب ہوتی ہے۔ اب آپ بتائیں کہ کتنے لوگ ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں؟ مجھے ایک دوست نے بتایا کہ چین میں وہ ایک پارک میں سیر کر رہے تھے وہاں سکول کے بچے بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بچوں کو بلا کر ٹافیاں دیں تو انہیں دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ٹافیوں کے کاغذ کو کسی بچے نے زمین پر نہیں پھینکا بلکہ اپنی جیب میں ڈال لیا اور پھر وہاں سے کچھ فاصلہ پر جو ڈسٹ بن تھا اس میں پھینکے۔ سنگاپور میں تو آپ بجھا ہوا سگریٹ یا اس کی ڈبیہ سڑک پر پھینک دیں تو فوراً آپ کو پولیس پکڑ لے گی اور وہیں آپ کو جرمانہ دینا پڑے گا۔ وہ بھی کوئی معمولی جرمانہ نہیں ہوتا اچھی خاصی رقم دینی پڑتی ہے۔ ہمارے ہاں تو سارا ملک ہی ڈسٹ بن ہے۔ شوق سے جہاں چاہیں جو چیز مرضی پھینک دیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ سڑک پر جہاں چاہیں مٹر گشت کریں۔ بے شک سڑک کے عین درمیان چلیں کوئی روکے تو جواب ملتا ہے کہ کیوں! کیا آپ نے سڑک الاٹ کروا رکھی ہے؟۔ ٹریفک رولز کی کوئی پابندی نہیں کرتا اور اسے بڑے فخر سے کارہائے نمایاں کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ میرا پوتا جس کی عمر دس بارہ برس ہو گی جب گزشتہ مرتبہ پاکستان آیا تو طنزیہ کہنے لگا کہ امریکن بڑے فخر سے امریکہ کے متعلق کہتے ہیں This is a Free Country مگر پاکستان جیسی Free Country کہاں ہو گی جہاں چاہو تھوکو سڑک کے کنارے سر عام پیشاب کر لو۔ پھل کھاؤ تو سڑک پر چھلکے پھینک دو۔ صبح صبح نالیوں پر بیٹھے بچے قضائے حاجت کر رہے ہوتے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس سے زیادہ اور کون سی Free Country ہو گی۔ میں نے اسے کہا کہ بیٹا تم تھوکنے کو روتے ہو یہاں لوگ غریبوں کا لہو پی جاتے ہیں اور کوئی پوچھتا نہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ہمارے گورنمنٹ کالج کے پرنسپل پطرس بخاری صاحب جو اکثر شام میرے یوونگ ہال کے ہوسٹل کے کمرے میں تشریف لایا کرتے اور ہوسٹل کے ایم۔اے کے طالب علم وہاں جمع ہو جایا کرتے۔ مجھے ایک بہت بڑا کمرہ ملا ہوا تھا۔ دراصل اس کی Balcony سے ایک لڑکے نے خودکشی کر لی تھی اور وہاں کوئی لڑکا رہنے کو تیار نہ ہوتا کہ وہاں اس لڑکے کی روح آتی ہے۔ بہرحال بخاری صاحب تشریف لاتے اور مجلس جما کرتی وہ مختلف موضوعات پر گفتگو فرمایا کرتے۔ انہوں نے ایک دفعہ بتایا کہ وہ ایک مرتبہ لندن میں رات کو بارہ بجے کے قریب واپس گھر آ رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک کار چوک کی سرخ بتی پر آکر رکی۔ چاروں اطراف کی سڑکیں بالکل سنسان پڑی تھیں کوئی ٹریفک نہ تھی مگر کار سوار نے جب تک بتی سبز نہ ہوئی کار کو روکے رکھا۔ یہ قانون کی پابندی کرنے کا کیریکٹر ہوتا ہے۔ یہاں دس دس برس کے لڑکے تانگہ اور ریڑھا چلا رہے ہوتے ہیں جب کہ کسی اصول کے تحت ان کو چلانے کا لائسنس نہیں مل سکتا۔ وہ ٹریفک کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ چلیں ٹریفک پولیس تو چھوٹے شہروں میں ہوتی نہیں (کیوں نہیں ہوتی مجھے اس کا جواب ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا) مگر شہری خود اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ باہمی تعاون سے ہی کوئی ادارہ قائم کرنے کے اہل نہیں ہے۔ شہروں میں اتنا شور ہوتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سارا شہر مچھلی ہٹہ ہے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ سب سے تعجب کی بات یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے اس طرح بات کر رہے ہوتے ہیں کہ جیسے دوسرا آدمی ساتھ نہیں چل رہا بلکہ اس سے سو گز کے فاصلہ پر ہے۔ اونچی آواز سے بات چیت ہو رہی ہوتی ہے۔ ماحول کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اس شور کی وجہ سے سب سے پہلے تو انسان کی سماعت متاثر ہوتی ہے پھر اس کے اعصاب متاثر ہونا شروع ہو جاتے ہیں مگر ہم ہیں کہ اس سارے ہنگامہ سے بالکل بے نیاز ہیں۔

کھانے کے موقعہ پر شاید والدین بچوں کو یہ تو بتا دیتے ہوں گے کہ (اللہ کے نام سے) پڑھ کر کھانا شروع کرو مگر کتنے والدین ہوں گے جو ان کو یہ بھی بتاتے ہوں کہ اپنی ضرورت کے مطابق کھانا لو۔ دوسروں کا خیال رکھو۔ کھاتے ہوئے منہ مت کھلا رکھو۔ کھاتے ہوئے چپ چپ کی آواز نکالنا بدتمیزی ہے۔ پیتے ہوئے شڑاپ شڑاپ کی آواز مت نکالو۔ ہاتھ دھو کر کھانا شروع کرو اور ختم ہونے پر دوبارہ ہاتھ دھوؤ۔ سڑکوں پر مت تھوکو نہ ہی ہاتھ سے ناک صاف کرو۔ لائن لگا کر اپنی باری کا انتظار کرو۔ جو تم سے پہلے آیا ہے اس کا پہلے حق بنتا ہے۔ ہر ایک انسان کا بنیادی حق ہے کہ وہ جو مذہب چاہے اختیار کرے آپ کو حق پہنچتا ہے کہ جو خیالات رکھنا چاہیں رکھیں جب تک آپ امن عامہ کو نہیں بگاڑتے آپ کو اپنے خیالات کے اظہار کا حق ہے۔ دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام کرو کہ ان کے نزدیک وہ بھی اتنے ہی محترم ہیں جتنے تمہارے مذہبی عقائد۔ ان کا مذاق اڑانا گناہ ہے اس سے بچو۔ اللہ تعالیٰ اس سے منع فرماتا ہے۔

یہ تمام خوبیاں ہمیں غیروں میں نظر آتی ہیں اور ہم صرف دعووں پر انحصار کئے بیٹھے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ میرے نزدیک اس کی سب سے بڑی وجہ تعلیم کی کمی ہے۔ تعلیم سے میری مراد صرف میٹرک پاس کر لینے یا ڈگری حاصل کر لینے سے نہیں ہے۔ یہ تو گھر سے شروع ہوتی ہے جہاں ماں باپ بچوں کو اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور خود اس پر عمل کرتے ہیں پھر سکولوں میں نرسری سے ہی ان بنیادی اخلاق پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے اور ان اخلاق کو ان کے ذہنوں میں اس طرح بٹھا دیا جاتا ہے جیسے میخ گاڑ دی جاتی ہے۔ اگر آپ یہ نہیں کرتے تو آپ ان سے کس طرح امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ بااخلاق شہری بن کر نکلیں گے اور ان میں جذبہ حب الوطنی۔ جذبہ ہمدردی۔ قانون کا احترام انسان کی عزت۔ مذہب رنگ و نسل سے بالا سوچ۔ بڑوں کی عزت اور احترام۔ کوئی ایسا عمل کرنے سے کراہت جو دوسروں کے لئے تکلیف کا موجب ہو ان کی فطرت کا حصہ نہیں بنا دیتے تب تک ہمارا یہ کہنا کہ صفائی نصف ایمان ہے ان کے لئے اسی طرح ہے جس طرح دیوار یا اخبار میں لکھا ہوا اشتہار اس کو اس سے زیادہ کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔ اگر دی جا رہی ہوتی اور ان کے نزدیک اس کی اتنی ہی اہمیت ہوتی جتنی عبادات کی ہے تو اس کا ان کی زندگیوں میں اثر دکھائی نہ دیتا!

ایک دانش ور کا قول ہے کہ ٹرافالگر کی جنگ Eaton اور Harrow کے کھیل کے میدانوں میں جیتی گئی تھی۔ یہ سکول اپنی تعلیم و تربیت اور ڈسپلن کی وجہ سے انگلستان کیا دنیا بھر میں مشہور ہیں اور یہاں سے ہی انگلستان کی حکمران کلاس نکلتی ہے۔ سکول بہت بڑی درسگاہ ہوتے ہیں۔ یہ تو آپ پر منحصر ہے کہ آپ تعلیم کو اپنی قومی زندگی میں کتنی اہمیت دیتے ہیں۔ یہ قوم کی سب سے بڑی اور اہم Investment ہوتی ہے۔ دیکھیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ حصولِ علم کے لئے اگر تمہیں چین بھی جانا پڑے تو جاؤ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ علم کا حصول مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے یہاں صرف ترغیب نہیں دی گئی بلکہ فرمایا کہ یہ فرض ہے۔ اس کی ابتدا گھر سے ہوتی ہے۔ بالعموم بچہ پانچ چھ سال تک کی عمر میں سکول جانا شروع کرتا ہے اور اس وقت تک اس کے کیریکٹر کے بہت بڑے حصہ کے خدوخال بن چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے والدین پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کس طرح اسے ڈھالتے ہیں۔ سرسید احمد خان صاحب اپنی سوانح میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ بچپن میں جب وہ تقریباً گیارہ برس کے ہوں گے انہوں نے خاندان کے ایک عمر رسیدہ پرانے ملازم کو تھپڑ مار دیا جس پر ان کی والدہ نے حکم دیا کہ اسے اسی وقت گھر سے نکال دو کہ یہ اس گھر میں رہنے کے لائق نہیں رہا۔ ملازم نے انہیں گھر سے باہر گلی میں چھوڑ دیا وہاں سے ایک عزیز انہیں اپنے گھر لے گئے اور تین روز ان کی والدہ کی ناراضگی کے خوف سے چھپائے رکھا۔ بالآخر اس بات پر انہیں معافی ملی کہ وہ اس ملازم سے معافی مانگیں اور اگر وہ ملازم معاف کر دے تو انہیں گھر داخل ہونے کی اجازت ہے۔ ورنہ نہیں اس طرح ہوتی ہے تربیت۔ پھر ایسی تربیت انسان کی خصلت کا حصہ بن جاتی ہے۔ بلاشبہ ایک اچھی ماں ہزار استادوں سے بہتر ہے۔ ماں باپ کے بعد پھر سکول کا مرحلہ آتا ہے۔ جہاں استاد اس کے کیریکٹر کو صیقل کرتے ہیں۔

باقی صفحہ ۵ پر

ہماری تاریخ

(بہ سلسلہ میمورنڈم مسلم لیگ برائے پنجاب باؤنڈری کمیشن)

۱۷- "دیگر امور" کے سلسلے میں ایک اہم امر جو قابل غور ہے اور جس کا حل بڑی سنجیدگی اور دانشمندی سے ہونا چاہئے وہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا طریق پر علاقے کی تقسیم کے نتیجہ میں اپر باری دوآب کی نہروں کا ہیڈ ورکس جو ضلع گورداسپور کی تحصیل پٹھانکوٹ میں مادھوپور کے مقام پر واقع ہے مشرقی پنجاب میں آجاتا ہے اور تمام وہ علاقہ جس کو مادھوپور سے نکلنے والی نہریں سیراب کرتی ہیں (سوائے چند میل کے علاقے کے) مغربی پنجاب میں آجاتا ہے- یہ صورت حال ایسی نازک ہوگی کہ اس سے دونوں حکومتوں کے درمیان مستقل جھگڑے اور مخاصمت کی بنیاد قائم ہو جائے گی- اس کی وجہ یہ ہے کہ اپر باری دوآب کے علاقہ میں بسنے والی تمام مسلم اور غیر مسلم آبادی کی معیشت اور ان کی روزی کا انحصار نہری ہیڈ ورکس کی مکمل غور و پرداخت پر منحصر ہوگا- اگر ہیڈ ورکس کا نظام خوش اسلوبی کے ساتھ چلتا رہے تب تو نہری علاقوں کی آبادی کی معیشت برقرار رہے گی ورنہ اقتصادی لحاظ سے انہیں شدید دھکا لگے گا- اس مشکل کو حل کرنے کے لئے یہ تجویز نہایت ضروری ہے کہ مادھوپور کے ہیڈ ورکس کا نظام اس جگہ سے دو میل اوپر کے مقام سے لے کر نہر اپر باری دوآب کے ساتھ ساتھ اس مقام تک جہاں تحصیل پٹھان کوٹ کی حد تحصیل گورداسپور سے مل جاتی ہے مغربی پنجاب میں شامل کر دیا جائے- (یہ خط مقام "ایل" سے لے کر مقام "ایم" تک سبز رنگ کے ساتھ نقشہ میں دکھایا گیا ہے) اس طریق سے ۱۱۰۷۷۴' نفوس مغربی پنجاب میں شامل ہو جائیں گے اور ان میں سے ۵۰۲۸۴ مسلمان ہوں گے گویا تقریباً ۴۵٫۴ فیصدی آبادی مسلمان ہوگی-

۱۸- سکھ اصحاب کی طرف سے اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ مغربی پنجاب میں مختلف جگہوں پر ان کی مقدس مذہبی یادگاریں اور مقدس مقامات موجود ہیں- مگر ہمیں یہ علم نہیں ہو سکا کہ ان کی یہ دلیل کس اصول پر قائم ہے- کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ مغربی پنجاب میں جہاں جہاں سکھوں کے مقدس مقامات موجود ہیں وہ تمام علاقے مشرقی پنجاب میں شامل کر دیئے جائیں- ہرگز نہیں- اگر یہی اصول کار فرما ہو تو ضلع کیمبلپور میں حسن ابدال کا مقام جہاں "پنجہ صاحب" واقع ہے مشرقی پنجاب میں شامل کرنا پڑے گا پس "دیگر امور" پر غور کرنے کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ ہم اس قسم کی بنیادوں پر تقسیم کا کام شروع کر دیں- آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ سکھوں کے مذہبی مقامات میں پٹنہ کا مقام بھی شامل ہے- (جہاں گورو گوبند سنگھ صاحب کی ولادت ہوئی) اور ننديھر کا مقام بھی شامل ہے (جہاں ان کی آخری آرام گاہ اور کچھ تبرکات موجود ہیں) اسی طرح مغربی پنجاب کی حدود سے باہر کئی ایسے مقامات ہیں جو سکھوں کے نزدیک مقدس ہیں- نندیھر کو ہی لے لیجئے جو حضور نظام دکن کی ریاست کی حدود کے اندر واقع ہے- ان میں سے کبھی بھی کسی کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ اس کو سکھوں کے مذہبی مقدس مقام ہونے کی وجہ سے پنجاب کے ساتھ ملحق کر دیا جائے- بالخصوص نندیھر کا مقام اس لئے قابل ذکر ہے کہ وہ ایک مسلمان حکمران کی راجدھانی میں واقع ہے مگر آج تک سکھوں کی طرف سے کبھی ایسی شکایت نہیں آئی کہ اس مقام کے بارے میں مسلمانوں کی طرف سے انہیں کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہو یا وہاں کی حکومت نے ان کے ساتھ کوئی متعصبانہ برتاؤ کیا ہو-

۱۹- پھر اگر کسی فرقے کے مقدس مقامات یا ان کی مذہبی عبادت گاہیں یا یادگاریں تقسیم کے اصول کی بنیاد بن سکتی ہیں تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مشرقی پنجاب کے اضلاع میں وہ تمام مقامات جہاں مسلمان بزرگوں اور بادشاہوں کے مزار' ان کی بنائی ہوئی مسجدیں اور ان کے مقدس مقامات موجود ہیں مغربی پنجاب میں شامل کر دیئے جائیں- آپ کو علم ہے کہ مشرقی پنجاب میں بیسیوں مقامات پر جہاں مسلمان بزرگوں اور ان کے مشائخ اور ان کے اولیاء کے مزار اور ان کی مقدس یادگاریں موجود ہیں- ہر سال بڑی تعداد میں میلے اور عرس منعقد ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض اتنے اہم ہوتے ہیں کہ گورنمنٹ کے مقامی دفاتر میں ان دنوں میں تعطیلات کر دی جاتی ہیں تاکہ عوام ان میں شامل ہو سکیں- پس مسلمانوں میں عقیدت کے جذبات کی ہرگز کمی نہیں- اور اگر یہی اصول کار فرما ہو تو ہمیں بہرحال ان کی عقیدت اور ان کے مذہبی جذبات کا ویسے ہی احترام کرنا پڑے گا جیسے کہ سکھ صاحبان کے جذبات کا-

۲۰- ان دنوں اخبارات میں اس امر کا بھی خاصا چرچا ہے اور اسے باقاعدہ ایک مہم کی صورت میں چلایا جا رہا ہے کہ پنجاب کی تقسیم جائداد کے اصول کی بناء پر عمل میں لائی جائے- یعنی "مسلموں" اور "غیر مسلموں" کے مابین پنجاب کو ہر دو قوموں کے درمیان ملکیتی جائیداد کے معیار کے مطابق تقسیم کر دیا جائے- یہ دلیل بھی کسی طے شدہ بنیاد کے نہ ہونے کے سبب بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ جناب وائسرائے صاحب اپنی پریس کانفرنس منعقدہ ۴- جون ۱۹۴۷ء میں صاف اور واضح الفاظ میں اعلان فرما چکے ہیں:-

"ملک معظم کی حکومت تقسیم کے اصول کو ملکیتی جائداد کی بناء پر طے کیا جانا ہرگز پسند نہیں کرتی"

۲۱- اس ضمن میں باؤنڈری کمیشن کے دائرہ کار اور ان کے مقاصد کا ذکر کر دینا بھی مناسب ہوگا- جناب وائسرائے صاحب نے مندرجہ بالا کانفرنس سے صرف ایک روز بیشتر مورخہ ۳- جون ۱۹۴۷ء کو ریڈیو پر ملک معظم کی حکومت کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کمیشن کی مفوضہ ذمہ داریوں کا بھی ذکر فرمایا تھا چنانچہ وائسرائے کے بیان کے پیراگراف نمبر ۹ میں کمیشن کی ان ذمہ داریوں کا ذکر موجود ہے- اس پیراگراف میں جو الفاظ اور مضمون بیان کیا گیا ہے اس پر لیگ اور کانگرس دونوں کا اتفاق رائے موجود ہے- چنانچہ وائسرائے صاحب نے جو وضاحت اور تشریح فرمائی اس میں یہ صراحت موجود ہے کہ "دیگر امور" کا جائداد یا ملکیتی زمین سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہوگا- یہی وجہ ہے کہ اس تشریح کے پیش نظر مسلم لیگ نے باؤنڈری کمیشن کے دائرۂ کار اور مقاصد کی توثیق کر دی- اب جبکہ مسلم لیگ اور کانگرس دونوں کمیشن کے معین دائرۂ کار کے متعلق متفق ہو چکے ہیں کمیشن کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اپنے دائرۂ کار کی حدود سے تجاوز کرے-

۲۲- اس کے علاوہ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلم لیگ کے مطالبات میں جو اس میمورنڈم میں پیش کئے گئے ہیں تقسیم کا بنیادی اصول "آبادی" کو قرار دیا گیا ہے اور یہی اصول "غیر مسلم" اصحاب نے بھی تسلیم کیا ہے اور وائسرائے صاحب کا ۳- جون والا اعلان بھی اسی بنیاد کی توثیق کرتا ہے- چنانچہ وائسرائے صاحب نے فرمایا کہ غیر مسلم اصحاب کی طرف سے بعض صوبوں کی تقسیم کا جو مطالبہ کیا گیا ہے اس کی بنیاد بھی اسی اصول پر قائم ہے کہ جن علاقوں میں غیر مسلم اصحاب کی اکثریت ہے انہیں ان کی مرضی کے خلاف ہرگز ان علاقوں میں مدغم نہ کیا جائے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے- لہٰذا حقیقت یہی ہے کہ "آبادی کی اکثریت" والا اصول ہی تمام تقسیم کی جان ہے اور ملک یا صوبہ جات کی اندرونی تقسیم تقاضا کرتی ہے کہ اسی اصول کو حقیقی بنیاد تصور کیا جائے- کسی اور معیار کو تقسیم کی بنیاد قرار دینا بالکل غیر متعلق ہوگا اور طے شدہ امور کے قطعی منافی ہوگا- ہز ایکسیلنسی وائسرائے صاحب نے صاف فرمایا ہے کہ

"کسی بھی بڑے علاقہ کو جہاں ایک فرقہ کی اکثریت ہے وہاں کے رہنے والوں کی مرضی کے خلاف کسی دوسرے بڑے علاقے میں جہاں وہ اقلیت میں ہو جاتے ہوں مدغم کرنا ہرگز درست نہیں ہوگا"

۲۳- چنانچہ اس اصول کے پیش نظر اگر جائداد کی بناء پر کسی بڑے علاقے کو جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اکثریت کی مرضی کے خلاف مشرقی پنجاب میں شامل کیا گیا اور انہیں مجبور کیا گیا کہ وہ غیر مسلموں کی حکومت میں زندگی بسر کریں تو یہ تقسیم ملک اور تقسیم صوبہ جات کے بنیادی اصول کی خلاف ورزی ہوگی-

۲۴- یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی نہایت مناسب ہوگی کہ جس حد تک زرعی زمینوں کی ملکیت کا سوال ہے (گو اس کا تقسیم ملک سے ہرگز تعلق نہیں اور نہ ہونا چاہئے) غیر مسلموں کا یہ دعویٰ کہ وہ مسلمانوں پر برتری رکھتے ہیں درست نہیں- صوبہ کے ان حصوں میں جہاں نئی آبادکاری ہوئی ہے- اور جن میں ترقیاتی سکیمیں نافذ کی جا رہی ہیں- مسلمانوں کا حصہ دوسروں پر غالب ہے اور یقیناً ان کی تعداد کے لحاظ سے ان کی ملکیت اور آبادکاری کا تناسب بہت زیادہ ہے-

---

بقیہ صفحہ ۴

مثل مشہور ہے کہ آپ جتنا گڑ ڈالیں اتنا ہی میٹھا ہوگا- ہمیں سب سے زیادہ توجہ اور وسائل تعلیم پر خرچ کرنے چاہئیں تاکہ آنے والی نسلیں کسی بھی جہت میں کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں بلکہ ان کی راہبری کرنے والے ہوں- عام اخلاق سے تہی دامن لوگ کس طرح دنیا کی اصلاح کا بھاری بوجھ اٹھا سکنے کے قابل ہو سکتے ہیں اور پھر لوگ کب ان کی طرف متوجہ ہوں گے- صحیح تعلیم اور تربیت اور عملی نمونہ دکھائے بغیر ہم جتنے بھی دعوے کرتے ہیں وہ ایک پھٹے ہوئے ڈھول کی طرح ہے آپ کے پاس سب کچھ ہے بس عمل نہیں- بے عملی کا تو یہ حال ہے کہ ابھی تک ہم سے ڈھول ہی نہیں مرمت کروایا جا سکا- اس میں سے کوئی سُر کی آواز نہیں نکلتی- بے سُر آوازیں ہر طرف شور مچاتی پھرتی ہیں جو آپس میں ہی سر پھٹول پر جا کر منتج ہوتی ہیں- دوسروں پر کیا اثر کریں گی؟

اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو' اگر اپنی اصلاح کی فکر رکھتے ہو اگر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو جو کچھ تمہیں سنایا جاتا ہے- کان کھول کر سنو-

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی)

پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی - سویڈن

ذکر دو بزرگوں کا

ہمیں یاد ہے ہم نے ایف اے کا امتحان لیمپ کی روشنی میں دیا تھا۔ اس وقت ربوہ میں بجلی تو شاید آگئی تھی مگر ہمارے گھر میں بجلی نہیں تھی۔ دو کمروں کا مکان تھا۔ امی ‘ابا’ تین بھائی تین بہنیں ‘ تایا جی محمد خان۔ مگر کسی تنگی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ ساتھ پھوپھی جی کا ایک کمرہ کا مکان تھا۔ باہر سے دو مکان لگتے تھے مگر اندر سے ایک ہی مکان تھا۔ اس لئے صحن بہت کھلا اور کشادہ لگتا تھا۔

ہمارے امتحان کے دن تھے ‘ان دنوں پھوپھا جی حضرت مولوی غلام نبی مصری بہت بیمار تھے۔ غالباً مرض الموت میں تھے۔ ہم نے اپنی سی خدمت کی اور اتنی دعائیں سمیٹیں کہ اب تک ان کے سائے میں بسر ہو رہی ہے۔ ہم رات بھر ان کے ساتھ جاگتے اور صبح پرچہ دینے کے لئے چلے جاتے۔ پھوپھی جی بتاتی ہیں کہ جتنا وقت ہم پرچہ دیتے رہتے تھے پھوپھا جی دعائیں کرتے رہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم جیسا نالائق لڑکا جس نے میٹرک میں سیکنڈ ڈویژن لی تھی کالج میں اول آیا اور وظیفہ کا مستحق ٹھہرا۔

اپنے پھوپھا حضرت مولوی غلام نبی مصری کا ذکر کروں تو کس برتے پر کروں؟ ان کو بچپن اور لڑکپن میں دیکھا اور بچپن اور لڑکپن کی یادوں کو بنیاد بنا کر کسی کی شخصیت کو اجاگر کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور ان کی شخصیت تو اتنی ہمہ صفت موصوف تھی کہ اس کا احاطہ کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ نہایت سادہ طبیعت‘ سادہ دل‘ سادہ لوح‘ مگر حد درجہ مخلص۔ عالم بے بدل مگر منکسر المزاج۔ ہم نے گھر سے باہر یا گھر کے اندر کبھی انہیں ذکر الٰہی سے خالی نہیں دیکھا ہر وقت بخشش کی دعائیں مانگتے تھے۔ قادیان کے مدرسہ احمدیہ میں استاد تھے مگر یہ معلوم نہیں کیا پڑھاتے تھے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب امام الاول کے خاص شاگرد تھے مگر طب سے انہیں شغف نہیں تھا۔ ان کے بارہ میں محترم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے تحدیث نعمت میں ایک واقعہ لکھا ہے جو ان کی شخصیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ چوہدری صاحب لکھتے ہیں:۔

”تھوڑی دیر کے بعد ایک اور واقعہ ہوا جو------ کمال ادب کی مثال تھا۔ مولوی غلام نبی مصری صاحب جو آپ (حضرت امام الاول) کے ایک ممتاز شاگرد تھے۔ دالان کے پائیں میں صحن کی جانب سے داخل ہوئے اور ”سلام“ کہہ کر سامنے کی دیوار میں جو الماری تھی اس کی طرف بڑھے۔ الماری سے کوئی کتاب لے کر جس دروازے سے داخل ہوئے تھے اس کی طرف لوٹے۔ دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت امام الاول نے آپ کو دیکھ کر فرمایا:۔

”مولوی صاحب سلام“ مولوی صاحب نے سلام کا جواب دیکر کمال انکساری کے لہجہ میں عرض کی ”خاکسار نے سلام کہا تھا لیکن آپ تک پہنچا نہ سکا“ اس واقعہ پر چوہدری صاحب نے تبصرہ کے طور پر مولانا روم کا یہ شعر لکھا ہے:۔

از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

ہم نے بھی یہ واقعہ چوہدری صاحب ہی کے لفظوں میں نقل کیا ہے تاکہ حضرت مولوی غلام نبی مصری صاحب کے مرتبہ کا اندازہ ہو۔ امام کے ساتھ اطاعت اور ادب کا یہی تعلق زیب دیتا ہے اور یہی سب پر واجب ہے!

قادیان میں ایک بار پھوپھا جی نے تین دن تک چپ کا روزہ رکھا۔ اس وقت ہم حیران ہوئے کہ یہ کیا مسئلہ ہے؟ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ یہ اولاد کا قرآنی نسخہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پھوپھا جی اور پھوپھی جی کو جسمانی اولاد نہ دی‘ مگر روحانی اولاد اتنی دی کہ اب تک ان کے نام لیوا ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ گھر میں پھوپھی جی نے بھائی جان محمد احمد نعیم کو بیٹا بنایا اور پرورش کیا۔ بھائی جان محمد احمد نعیم ہماری بڑی پھوپھی‘ گلاب بی کے بیٹے تھے جو شاید گذر گئی تھیں۔ بھائی جان کو پھوپھی جی نے ہی پالا پوسا‘ پڑھایا لکھایا اور جب وہ مدرسہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہو چکے تو انہیں بیاہا۔ انہیں اپنی اولاد ہی سمجھا اور بھائی جان اور آپا امتہ السلام نے بھی انہیں ماں ہی سمجھا!۔

پھوپھا جی کو مصری صاحب اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت امام الاول نے کہیں کسی جگہ اس بات کا اظہار فرمایا کہ فلاں کتاب‘ مصر کے کسی کتاب خانہ میں موجود ہے۔ اس کا یہاں ہمارے پاس ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ اس میں بہت مفید حوالے موجود ہیں۔ حضرت مولوی غلام نبی صاحب پاپیادہ اس سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ مصر پہنچے یہ کتاب اتنی نایاب تھی کہ لائبریری سے باہر لے جانے یا سیاہی سے نقل کرنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ چنانچہ پھوپھا جی روزانہ لائبریری جاتے‘ پنسل سے اس کا کچھ حصہ نقل کرتے۔ واپس اپنے ٹھکانے پر آکر اسے سیاہی سے روشن کرتے تھے۔ اس طرح آپ نے اپنے امام کی مطلوبہ کتاب مہیا کی اور قادیان پہنچائی۔ اب اس دور میں کون ایسا ہے جو اپنے امام کی آواز پر اس طرح دیوانہ وار لبیک کہے؟ بہت ہوں گے؟ مگر جو مشکلیں اس وقت راہ میں حائل تھیں وہ تو اب حائل نہیں ہوتیں! ان حالات میں اَن جانے سفر پر بظاہر اَن ہونے کام کے لئے ارادہ باندھ لینا اور چل پڑنا عاشقوں ہی کو سزاوار ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

گھر میں ہم نے پھوپھا جی کو ہمیشہ لکھتے ہی دیکھا۔ لکھنے میں حضرت بانی سلسلہ کے طریق کا تتبع کرتے تھے۔ یعنی چلتے چلتے لکھتے تھے۔ کمرہ کے ایک کونہ میں ایک دوات‘ دوسرے کونے میں دوسری دوات‘ ادھر سے قلم ڈبویا لکھتے لکھتے دوسرے کونے تک گئے۔ ادھر سے قلم ڈبویا لکھتے لکھتے ادھر آ گئے۔ لکھائی نہایت خوبصورت!

کانٹ چھانٹ نہیں کرتے تھے۔ براہین احمدیہ کا عربی ترجمہ کر رہے تھے۔ ہمیں یہ تو یاد نہیں کہ وہ ترجمہ مکمل ہوا یا نہیں اور مسودہ کہاں ہے اور کہاں نہیں مگر اتنا یاد ہے کہ ان کی ساری عمر اس ترجمہ میں کٹ گئی۔

ان کی مسکینی کا یہ عالم تھا کہ روٹی کو روٹی نہیں ٹکڑا کہتے تھے۔ باہر سے تشریف لاتے تو پھوپھی جی سے کہتے: ”ٹکڑا کہاں ہے؟“ چنانچہ جو کچھ میسر ہوتا وہ پیش کرتیں اور پھوپھا جی اللہ کا نام لے کر کھالیتے۔ کبھی زیادہ کی طلب نہیں کی‘ کبھی تھوڑے کی شکایت نہیں کی۔ پھوپھا جی کو خمیری روٹی بہت پسند تھی۔ شوربہ میں بھگو بھگو کر کھاتے تھے۔ شوربہ نہ ہوتا تو پانی میں بھگو لیتے اور اسی رغبت سے تناول کرتے۔ ہر ہر لقمہ پر (تمام تعریف اللہ کے لئے ہیں) کہتے تھے ہم نے ناسمجھی میں کئی بار پھوپھا جی سے کہا بھی کہ آپ ہر لقمہ پر یہ کیوں کہتے ہیں؟ مگر مسکرا کر چپ ہو جاتے کبھی جواب نہیں دیا۔ گھر میں ”چھینٹ“ کا شوربہ بہت پسند کیا جاتا تھا۔ غالباً آملہ کو ابالتے اور تڑکے پر ڈال لیتے تھے۔ یہ سستا اور لذیذ کھانا ہوتا تھا۔ ہمیں پھوپھی جی کے یہاں ہمیشہ ہی چھینٹ کا شوربہ ملتا تھا اس لئے کہ پھوپھا جی کو بہت پسند تھا۔ اب تو مدتیں ہو گئیں یہ شوربہ میسر نہیں آیا اور اب تو شاید پکانا بھی کوئی نہیں جانتا۔ زبان پر آج تک اس کا ذائقہ مستحضر ہے۔

دوسرے بزرگ جن کی بزرگی کا گہرا اثر ذہن پر مرتب ہوا وہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی تھے۔ راجیکی صاحب سے اپنی بھابھی آپا امتہ السلام کے ناطے کچھ رشتہ داری بھی ہو گئی۔ آپا امتہ السلام ان کے چچا زاد بھائی مولوی غلام علی صاحب راجیکی کی بیٹی تھیں۔ راجیکی صاحب کا اپنے گھر آنا تو ہمیں یاد نہیں مگر کبھی کبھی ہم ان کے ہاں جاتے اور ان کی عالمانہ گفتگو سے محظوظ ہوتے تھے۔ عجیب صوفی بزرگ تھے۔ برآمدے میں چارپائی پر تشریف فرما رہتے مردانہ کا دروازہ کھلا رہتا۔ لوگ آتے جاتے رہتے کسی پر کوئی پابندی نہیں تھیں۔ ہم نے کبھی مولانا کو خالی نہیں دیکھا ہر وقت کوئی نہ کوئی ان کے پاس بیٹھا ہوا ملتا۔ اگر کوئی نہ ہوتا تو کتاب پڑھتے رہتے۔ ان کی کتاب حیات قدسی تو ان کی وفات کے بعد پڑھی وفات سے پہلے ان کی بزرگی کا جو تصور اپنے تجربے سے قائم کیا تھا حیات قدسی پڑھنے کے بعد اس کی توثیق ہو گئی!

مولانا راجیکی صاحب تہمد باندھتے‘ سر پر گرم ٹوپی پہنتے یا بغیر کلاہ کے پگڑی سر پر رکھتے تھے۔ ہاتھ میں عصا پکڑتے تھے۔ تیز تیز چلتے تھے دائیں بائیں نہیں دیکھتے تھے لوگ ادب کے مارے راستہ چھوڑ دیتے اور آپ گذرتے چلے جاتے۔ ہمارا نکاح مولانا راجیکی صاحب نے پڑھایا تھا۔ ہمارے خسر مولانا جلیل صاحب کا نکاح بھی مولانا صاحب ہی نے پڑھایا تھا۔ ہم نے کئی بار دیکھا کہ لوگ دعا کیلئے درخواست کرتے تو اسی وقت ہاتھ اٹھا لیتے اور نہایت خشوع و خضوع سے دعا کرتے اور آمین کے بعد اکثر حالتوں میں کہہ دیتے کہ روشنی نظر آئی ہے۔ اللہ نے چاہا تو کامیابی ہوگی۔ یا یہ کہ کوئی اشارہ نہیں ہوا مزید دعائیں اور کوششیں کریں! مولانا صاحب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو ان کا دایاں انگوٹھا ہتھیلی سے نمایاں طور پر علیحدہ اور ایستادہ نظر آتا۔ ایسا انگوٹھا نفسیات والوں کے نزدیک انتہائی مضبوط قوت ارادی کی نشان دہی کرتا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ کہ ان سے دعا کروانے کے بعد بڑی تسلی سی ہو جاتی تھی۔ ان کی وفات کے بعد مدتوں یہ احساس رہا کہ سروں پر دعا کا سایہ نہیں رہا۔ راجیکی صاحب بہت بڑے عالم باعمل تھے مگر تقریر کرنا انہیں نہیں آتا تھا۔ بات کرتے کرتے کسی نکتہ پر فلسفیانہ موشگافیاں کرنے لگتے اور کہیں کے کہیں نکل جاتے! مگر ان کی زبان میں اتنی تاثیر اور آنکھوں میں اتنی کشش تھی کہ ان کے سامنے بیٹھے ہوئے لوگ اٹھ نہیں سکتے تھے۔ ہم اپنے تجربہ کی بات کہتے ہیں کہ گھنٹوں مولانا صاحب کی صوفیانہ گفتگو سنی‘ خاک بھی پلے نہ پڑا مگر طبیعت نے ہمیشہ ہی عجیب سی آسودگی محسوس کی۔

ان کی حیات قدسی میں جس واقعہ نے بہت متاثر کیا وہ یہ تھا کہ جوانی میں ایک بار چلے جا رہے تھے کہ کسی مکان کے جھروکے میں کسی حسین چہرہ پر نظر پڑی۔ پہلی نظر کے بعد نظریں جھکا لیں۔ دیر تک جی چاہتا رہا۔ ایک بار پھر اسی حسین چہرہ کو دیکھیں مگر انتہائی تند خواہش کے باوجود نظر نہ اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ ہم نے راجیکی صاحب کی شخصیت میں ضبط نفس کی انتہائی ارفع کیفیتیں محسوس کیں۔ جب حیات قدسی میں یہ واقع پڑھا تو ان کا انگوٹھا یاد آیا۔ منفرد۔ ایستادہ اور مضبوط!

واقفینِ نَو

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ تمام واقفینِ نَو کو صحت و تندرستی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور وہ بڑے ہو کر خود اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

انعم گل بنت محمد حنیف بھون ضلع چکوال

مدثر احمد فرا ابن الطاف حسین ربوہ

محمد ادریس ابن محمود ناصر منوکے جہ ضلع سیالکوٹ

مدبر احمد بسرا ابن چوہدری خاور سعید احمد بسرا فیض آباد (کینٹ) تحصیل و ضلع فیصل آباد

امتہ الجمیل بنت مشتاق احمد بھون ضلع چکوال

یونس احمد ابن ناصر احمد یوسف لوڑی سندھ

وسیم احمد ناصر ابن ناصر احمد سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ

سلمانہ اسلم بنت محمد اسلم بھروانہ مغلپورہ لاہور

زرینہ بی بی بنت عبد الکریم بھون ضلع چکوال

جنتہ الودود بنت رفیق احمد گھمن ربوہ

فائزہ حبیب بنت حبیب اللہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ

لبنیٰ ظفر بنت ظفر اقبال کوٹ لکھپت لاہور

متین شریف بنت شریف احمد بھون ضلع چکوال

محمد طلحہ ابن محمد حسین سعد اللہ پور منڈی بہاؤ الدین

علی گوہر احمد ابن طاہر احمد ربوہ

پاک گولڈ سمتھ
اقصیٰ روڈ طارق مارکیٹ ربوہ
عبد المنان ناصر ولد میاں عبد السلام صاحب
فون: ۵۵۰، ۶۴۳

(ہومیوپیتھک) ٹانک ڈراپس
زود اثر ہومیوپیتھک فارمولا جو اعصاب، دماغ اور جسم کو تقویت دیتا ہے۔ تھکن اور جسمانی کمزوری کو دور کرتا ہے اور طبیعت کو ہشاش بشاش اور توانا رکھتا ہے
قیمت -/45 روپے
کیور ہومیو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی گولبازار ربوہ
فون: 04524-211283 - 04524-771
فیکس: 04524-212297

خبریں

ربوہ : 11- جولائی- 1994ء
صبح سے بادل چھائے ہیں- بارش ہوئی ہے
درجہ حرارت کم از کم 20 درجے سنٹی گریڈ
اور زیادہ سے زیادہ 39 درجے سنٹی گریڈ

○ صدر مملکت فاروق احمد خان لغاری نے کہا ہے کہ بھارت پر تھوی اور اگنی میزائل بنا رہا ہے اور ہمیں خلائی ٹیکنالوجی در آمد کرنے کی بھی اجازت نہیں- اس شعبے میں پیش رفت کے لئے ہمارے انجنیئر اپنی صلاحیت استعمال کریں- ماہرین تیار کئے جائیں تو جلد ہم اپنی ٹیکنالوجی پیدا کرنے کے قابل ہو جائیں گے- انہوں نے کہا کہ پانی کا ضیاع روکنے کے لئے ایک نہیں کئی ڈیموں کی ضرورت ہے-

○ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ سیاست میں فوج کی مداخلت کم ہو رہی ہے- تاہم مارشل لاء کا خطرہ مکمل طور پر نہیں ٹلا- ابھی اثرات باقی ہیں- انہوں نے کہا کہ مرتضیٰ بھٹو نے ہمیشہ پیپلز پارٹی کو نقصان پہنچایا ہے- ہمیں ہر وقت دھڑ کا لگا رہتا تھا کہ مرتضیٰ کی سیاست کے باعث کہیں پیپلز پارٹی پر پابندی نہ لگا دی جائے ہمارے خاندان کے افراد کی زندگیوں کو بھی خطرہ لاحق رہتا تھا- ایم آر ڈی کی تحریک شروع ہوئی تو ہائی جیکنگ کا واقعہ پیش آ گیا- ہماری جدوجہد کے بعد ۱۹۹۳ء میں نگران حکومت قائم ہوئی تو مرتضیٰ نے ۲۶ نشستوں پر اپنے امیدوار کھڑے کر دیئے- اب جب آئے تو صدارتی انتخاب ہو رہا تھا- لیکن اللہ کا فضل ہوا سب ٹھیک ہو گیا-

○ صدر مملکت فاروق احمد خان لغاری نے کہا ہے کہ ہڑتالیں منصوبے کے تحت ہو رہی ہیں حکومت سختی سے نبٹے گی- علماء کو توہین رسالت کے بارے میں غلط فہمی ہوئی تھی جو دور ہو گئی ہے- صنعتی اور تجارتی اداروں میں ہڑتالوں کا کوئی جواز نہیں-

○ پنجاب کے گورنر چوہدری الطاف حسین نے کہا ہے کہ توہین رسالت کے قانون میں کوئی ترمیم نہیں ہو رہی پھر بھی ہڑتالیں ہو رہی ہیں- انہوں نے کہا کہ لاہور کے قریب ٹھوکر نیاز بیگ کے علاقے میں ۵- ارب کی اراضی خود کو عوامی قائد کہنے والے لے گئے چند روز میں ان کی نقاب اتار دی جائے گی-

○ دریائے چناب میں زبردست ریلے نے تباہی مچا دی- چنیوٹ کے درجنوں' دیہات پانی میں گھر گئے- متعدد مویشی بہہ گئے سینکڑوں ایکڑ فصلیں زیر آب آ گئیں- کراچی میں قیامت خیز بارش نے ۵- افراد کی جان لے لی- لاڑکانہ اور شہداد کوٹ سمیت سندھ کے کئی علاقے زیر آب آنے کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے- دو- افراد جاں بحق ہو گئے- سندھ کے متعدد علاقے زیر آب آ گئے ہیں-

○ توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کے خلاف پنجاب بھر میں ہڑتالیں اور مظاہرے ہوئے دیپالپور میں تمام کاروباری مراکز بند رہے خان گڑھ گوجرہ درپال چٹھہ لالہ موسیٰ اور کئی دوسرے شہروں اور قصبات میں مکمل ہڑتال رہی-

○ حکومت نے علماء کے جلوسوں سے نمٹنے کے لئے انتظامیہ کو چوکس کر دیا ہے- سخت کارروائی کرنے کی ہدایت کی گئی ہے- ہنگاموں پر قابو پانے کے لئے وسیع پیمانے پر اقدامات کئے جا رہے ہیں-

○ ۱۶ جولائی کے دن مشتری سیارے پر کروڑوں ایٹم بم پھٹیں گے یہ تباہی زمین کا رخ بھی کر سکتی ہے- سیارے کے گرد گھومنے والے ۲۱- دم دار ستاروں کی لڑی نے کشش ثقل کے باعث سپر سانک رفتار سے سیارے کا رخ کر لیا ہے- پہلا سیارہ ہولناک دھماکے سے ۱۶ جولائی کو ساڑھے ۳ بجے ٹکرائے گا- اس کے شعلے کروڑوں میلوں سے نظر آئیں گے- سائنس دانوں نے خلائی جہاز اور کمپیوٹر متحرک کر دیئے ہیں- کروڑوں برس پہلے زمین پر بھی ایسا ہی تصادم ہوا تھا-

○ خزانے کے وزیر مملکت مخدوم شہاب الدین نے کہا ہے کہ قرض خوروں کی فہرست جلد شائع کر دی جائے گی-

○ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ نواب ذوالفقار علی مگسی نے کہا ہے کہ محاذ آرائی کے باعث سیاسی نظام تباہی کی طرف جا رہا ہے- اگر کسی قسم کی "مداخلت" کی راہ ہموار ہوئی تو معاملہ صدر کے ہاتھ سے بھی نکل جائے گا- اگر ماضی کے تجربات کو نظر انداز کر دیا گیا تو اسمبلیاں ایک بار پھر ٹوٹ سکتی ہیں-

○ پنجاب کے بعد اب دوسرے صوبوں میں بھی بلدیاتی انتخابات ملتوی کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے-

○ مرتضیٰ بھٹو کے دورہ پنجاب کے انتظامات کے لئے راؤ عبد الرشید کی سربراہی میں قائم شدہ استقبالیہ کمیٹی کا پہلا ہی اجلاس ہنگامے کی نذر ہو گیا-

○ امیر جمعیت العلمائے اسلام مولانا عبداللہ درخواستی نے فتویٰ دیا ہے کہ وفاقی وزیر قانون سید اقبال حیدر کافر اور واجب القتل ہیں اور ان کے قتل کے لئے اپنی طرف سے پانچ لاکھ روپے کے انعام کا بھی اعلان کیا ہے-

○ اپوزیشن نے وزیر اعظم کے خلاف تحریک عدم اعتماد کے لئے صلاح مشورے کرنے کی غرض سے ۳- رکنی کمیٹی بنا دی ہے- چوہدری شجاعت- چوہدری نثار- اور اجمل خٹک اس کے ممبر ہیں اے این پی کی طرف سے ۱۵- اراکین کی حمایت کا دعویٰ کیا گیا ہے-

○ گوجرانوالہ میں مسلسل دوسرے روز بم کا دھماکہ ہونے سے دو خواتین سمیت تین افراد زخمی ہو گئے-

○ آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل حمید گل نے کہا ہے کہ پاکستان میں عنقریب کوئی نہ کوئی اہم تبدیلی آنے والی ہے- انہوں نے کہا کہ فوج سے بہت سی غلطیاں ہوئیں- انہوں نے کہا کہ مذہبی گروہ نیو ورلڈ آرڈر کے لئے کام کر رہے ہیں- انہوں نے مزید کہا کہ اگر ہم ایٹمی پروگرام کا اعلان کر دیں تو کبھی بھارت سے جنگ نہیں ہو گی-

○ نفاذ اسلام کے لئے مالاکنڈ میں شریعت محاذ کے قائدین پھر سرگرم ہو گئے جگہ جگہ اجلاسوں کا انعقاد کیا جا رہا ہے-

○ کشمیری مجاہدین نے ۴- فوجی افسروں سمیت ۲۴ بھارتی فوجی ہلاک کر دیئے- بھارتی فوجیوں نے ۴ مجاہدین سمیت ۶- افراد کو شہید کر دیا-

○ قائد حزب اختلاف مسٹر نواز شریف نے کہا ہے کہ ہم بے نظیر کو عوامی طاقت کے ذریعے اقتدار سے باہر پھینک دیں گے- انہوں نے الزام لگایا کہ وزیر اعظم اقتدار بچانے کے لئے غیر ملکی قوموں کے سامنے گھٹنے ٹیکے ہوئے ہیں- اور حکومت کی خاطر ملک کا وقار اور عوام کی غیرت داؤ پر لگا چکی ہیں-

○ چین اور پاکستان کے درمیان نیا فضائی رابطہ قائم ہوا ہے- چین کے خود مختار علاقے ارومکی اور اسلام آباد کے درمیان براہ راست فضائی سروس ہو گئی ہے-

○ اسلامی کانفرنس کے سیکرٹری جنرل مسٹر حامد الغابد کابل نہ جا سکے کیونکہ صدر ربانی کی طرف سے جنگ بندی کا اعلان کیا گیا تھا وزیر اعظم حکمت یار کی طرف سے صرف محفوظ دورہ کی یقین دہانی کرائی گئی تھی-

○ نوابزادہ نصراللہ خان نے کہا ہے کہ نواز شریف نے جو بویا ہے وہی کاٹیں گے- اب اقتدار کبھی ان کے ہاتھ میں نہیں آئے گا-

○ آزاد کشمیر ہائی کورٹ نے بجلی کے صارفین سے اضافی ٹیکسوں کی وصولی روک دی ہے- صرف خرچ شدہ یونٹوں کے نرخ وصول کئے جائیں-

○ ترکی کی خاتون وزیر اعظم نومبر میں پاکستان کا دورہ کریں گی-

○ معروف جریدے فار ایسٹرن اکنامک ریویو نے کہا ہے کہ بے نظیر اور نواز شریف نے ایک دوسرے کو تباہ کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے سیاستدانوں کے رویے کی وجہ سے ایک بار پھر فوج کی توجہ حکومتی امور کی طرف مبذول کروا رہے ہیں- نواز شریف صدر لغاری کی زمین کی فروخت کے معاملے کو غلط ثابت نہیں کر سکے-

بد ہضمی، گیس، پیٹ درد
اور پیٹ کی روزمرہ کی تکالیف کیلئے بفضلہ تعالیٰ
بہت مفید ہومیو پیتھک دوا
DIGESTINE
ڈائی جیسٹین قیمت -/15 روپے
کیور ٹو میڈیسن ڈاکٹر لعل ہومیوپیتھک کمپنی گولبازار ربوہ
فون: 04524-771 , 04524-211283
فیکس 04524-212299

ربوہ اور ربوہ کے گردونواح میں ہر قسم کی جائیداد کی خرید و فروخت ہمارے ذریعے کیجئے اور خدمت کا موقع دیجئے-
شریف احمد بھٹی
پراپرٹی سنٹر
۱۰- بلال مارکیٹ (اقصیٰ روڈ)
نزد ریلوے کراسنگ ربوہ
فون نمبر: ۳۱۴ دفتر: 521 212300

دانت اچھے صحت اچھی
دانت نکالنا کوئی علاج نہیں
دانت مت نکلوایئے
دانت درد کا فوری علاج
35 سالہ تجربہ کار
دانت بغیر تالو کے لگائے جاتے ہیں- دانتوں کے کراؤن بنوانے کیلئے تشریف لائیں
شریف ڈینٹل کلینک ربوہ فون 418
دانتوں اور مسوڑھوں کی جملہ امراض مثلاً پائیوریا ماسخورہ- خون کا آنا- پانی کا گرم اور سرد لگنے کا تسلی بخش علاج ٭ فل سیٹ کے ماہر
ٹیڑھے اور بدصورت دانت سیدھے اور خوبصورت کئے جاتے ہیں